# تعلیمات سید ہجویریؒ کی عصری معنویت

سید محمد اسماعیل☆

ابوالحسن سید علی بن عثمان الجلابی الہجویری الغزنوی المعروف بہ داتا گنج بخشؒ کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آپ برعظیم پاک وہند کے سب سے پہلے اور سب سے جلیل القدر صاحب تصنیف صوفی ہیں۔[1] آپ کی پیدائش ووفات سے متعلق کوئی حتمی تاریخ مقرر نہیں البتہ قوی اعداد وشمار کے مطابق پیدائش 381ھ سے 401ھ کے درمیان اور وصال 456ھ سے 465ھ کا کوئی درمیانی سال ہے۔آپ کے حالات زندگی کی تفصیلات میں اکثر مراجع خاموش ہیں یا انتہائی محدود معلومات کے حامل ہیں البتہ آپ کی کتاب "کشف المحجوب "اس سلسلہ میں خاصی مددگار ہے جس کے تراجم وشروحات یا آپؒ کی سوانح عمری پر مبنی کتب سے ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔آپ مذہباً حنفی اور مشرباً جنیدی تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں آپ کا تعلق خاص بڑے بڑے اکابرین سے تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کے تعلق کا تذکرہ بہت سی کتب میں موجود ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے آپ خاص عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت ابو العباس بن محمد اشقانیؒ، حضرت ابو جعفر بن مصباح صیدلانیؒ، شیخ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانیؒ اور شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ جیسے اکابرین شیوخ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے معاصرین صوفیاء ابو القاسم امام قشیریؒ اور شیخ احمد حمادی سرخسیؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔[2] آپ کی شہرت دوام میں کوئی دو آراء نہیں ہیں جس کا اظہار کرتے ہوئے شہید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

> حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ کی شہرت کا دار ومدار "کشف المحجوب "ہی نہیں بلکہ آپ کا لاہور میں وہ مزار مبارک ہے جہاں پر ملک ہندوستان اور دیگر ہمسایہ ملکوں کے زائرین کا ہجوم رہتا ہے اور روحانیت کے پیاسے اپنی روحانیت کی پیاس بجھاتے ہیں۔ "کشف المحجوب "کو تو چند لوگوں نے پڑھا ہوگا لیکن آپ کی روحانیت

---

☆ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ زمیندار پوسٹ گریجویٹ کالج، گجرات

سے لاکھوں سیر اب ہو رہے ہیں۔ لہذا آپ کی شہرت اور عظمت کا دار و مدار صرف کتابیں اور تذکرے نہیں بلکہ آپ کی وہ بے پناہ روحانی قوت اور کشش ہے جس سے ہر کس و ناکس آپ کی طرف کھچا چلا آرہا ہے۔[3]

## سید ہجویرؒ کی تعلیمات

سید ہجویرؒ کی تعلیمات شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہیں اسی لیے ہر دور میں مشعل راہ رہی ہیں۔ آپ کی تعلیمات پانچویں صدی ہجری کے ابتدائی دور کی یادگار ہیں۔ یہ تاریخ افکار و علوم اسلامیہ کی تدوین میں عروج کا زمانہ تھا۔ اس وقت مختلف علوم کی بڑی بڑی مایہ ناز تالیفات وجود میں آچکی تھیں۔ آپ کی تالیفات اسی دور کی یادگار ہیں بالخصوص "کشف المحجوب" جس کے طرز تحریر اور اسلوب میں بھی وہی جامعیت نظر آتی ہے جو اس دور کے مولفین کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ کتاب تصوف کے بنیادی موضوعات پر مبنی مستند روایات و استدلالات کا مجموعہ ہے جس سے سید ہجویرؒ کی بلند محققانہ اور مجتہدانہ شان واضح ہوتی ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری نے آپ کی شوکتِ علم و عرفان کا تذکرہ بڑے جامع انداز میں کیا ہے لکھتے ہیں:

آپ ایک بلند پایہ عالم، بالغ نظر محقق اور معقول و منقول کے جامع تھے اور اس کے ساتھ آپ کا باطن نور عرفان سے جگمگا رہا تھا۔[4]

تاہم آپ کی تعلیمات کو دو طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے، ایک آپ کی اپنی کتب اور دوسرا آپ کی بے پناہ روحانی قوت و کشش، جس کا مرکز آپ کا مزار مبارک ہے جہاں سے روحانیت کے پیاسے آج تک اپنی باطنی پیاس مسلسل بجھاتے آرہے ہیں۔ ماضی کی طرح یہ دونوں پہلو جدید دور میں بھی بحیثیت مصدر اپنی معنویت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ یہ زمانہ کی ستم ظریفی ہی ہے کہ سوائے کشف المحجوب کے آپ کی تصانیف میسر نہیں اور زمانہ کی دست برد کا شکار ہو چکی ہیں۔ اسی وجہ سے بعض اہل علم نے کشف المحجوب کے موجودہ نسخہ کی صحت کو بھی مشکوک قرار دیا ہے البتہ اس کے متن کے بعض شواہد اس اشتباہ کو زائل کرتے ہیں اور بعض خارجی قرائن کی موافقت سے اس کتاب کی اپنی استنادی حیثیت بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ آپ کی ناپید کتب کے نام بھی کشف المحجوب ہی کی وجہ سے محفوظ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ **دیوان:** یہ سیدِ ہجویرؒ کے اشعار کا مجموعہ تھا جسے آپ کے بقول سرقہ کر لیا گیا۔[5]

**2۔کتاب فناء وبقاء:** آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب فناء وبقاء میں نے عمر کے اس دور میں لکھی جب میرا علم ناپختہ اور عقل پر ابھی بچپن ہی کے اثرات غالب تھے۔[6]

**3۔اسرار الخرق والمؤنات:** کشف المحجوب کی خرقہ پوشی سے متعلق بحث میں اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اسرار الخرق والمؤنات ہے۔[7]

**4۔ کتاب البیان لاہل العیان:** کشف المحجوب میں حقیقت جمع و تفرقہ کی بحث میں سید ہجویرؒ نے لکھا ہے کہ اس مضمون پر میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب البیان لاہل العیان ہے۔[8]

**5۔ بحر القلوب:** اس کتاب کا ذکر کشف المحجوب میں ان الفاظ میں ہے "میں نے اپنی کتاب بحر القلوب میں بھی جمع کے مضمون پر ایک طویل باب باندھا ہے۔"[9]

**6۔ الرعایۃ لحقوق اللہ:** یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ حقوق اللہ جو عبد پر واجب ہیں، کے بنیادی دلائل کی تفہیم پر مشتمل تھی۔

**7۔منہاج الدین:** تصوف کے موضوع پر یہ کتاب غزنی میں تحریر ہوئی اور سرقہ کا شکار ہوئی۔ سارق کے متعلق سید ہجویرؒ نے یوں آگاہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس مدعی پر بے برکتی مسلط کر کے اپنی بارگاہ کے طالبوں کی فہرست سے اس کا نام حذف کر دیا۔[10]

**8۔ شرح کلام منصور الحلاج:** کشف المحجوب میں مستغرقِ معنی و مستھلکِ دعوی حسین بن منصور حلاجؒ کا بالخصوص تذکرہ موجود ہے۔جناب اکمل اویسی صاحب کے بقول اس شرح میں حلاجؒ کے کلام کے باطنی نقاط پر روشنی ڈالی گئی تھی لیکن یہ بھی ناپید ہے۔[11]

بعض افراد کتاب **"کشف الاسرار"** کو بھی سید علی ہجویریؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر اکثر محققین کے نزدیک یہ نسبت درست نہیں ہے۔اس کا اردو ترجمہ مولوی فیروز الدین صاحب نے کیا ہے۔یہ نہایت مختصر کتاب ہے جس میں تصوف کے رموز انتہائی اختصار اور قدرے جامعیت کے ساتھ درج ہیں۔

## کشف المحجوب

غالباً کشف المحجوب سید ہجویرؒ کی آخری تصنیف ہے جو بقول آپؒ کے ایک ہم وطن سائل کی درخواست پر لکھی گئی تھی۔یہ آپ کی ساری زندگی کے تجربات،اسفار اور واردات قلبی کا نچوڑ ہے اسی لئے اس

میں تصوف کے اہم موضوعات سے متعلق وضاحتی اسلوب غالب نظر آتا ہے۔اس کتاب کے مترجم محمد علی چراغ اس کتاب کا اسلوب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کتاب کا سارا انداز اور اسلوب ایسا ہے کہ یہ ایک وضاحتی کتاب ہے جو ہر مسئلے پر جملہ تمام پہلوؤں اور افکار و مکاتب فکر سے بھی روشنی ڈالتی ہے۔اس کتاب میں جابجا جہاں کہیں حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ نے کسی مسئلے پر اپنی رائے دی ہے اور اپنا مسلک بیان کیا ہے وہاں باقاعدہ اپنا نام لکھ کر بتایا ہے کہ میں علی بن عثمان ہجویری یہ کہتا ہوں۔۔۔اس طرح انہوں نے اپنی کتاب کو جاہلوں کی دست برد بذریعہ سرقہ سے بھی بچالیا ہے اور اپنے موقف کی وضاحت بھی کر دی ہے۔[12]

اسی طرح اس کتاب کی تصنیف کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ نے جابجا اپنی وارداتوں اور تجربات و مشاہدات اور مجاہدات کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ کوئی مسئلہ تشنہ نہ رہ جائے۔اس کتاب کی تصنیف کا بنیادی مقصد ہی یہی تھا کہ پورے نظام تصوف کو ایک جگہ پر بیان کر دیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ اس میں اکابرین صوفیائے کرام کے چیدہ چیدہ افکار و خیالات بھی حوالوں کے طور پر آگئے ہیں۔انہوں نے اس کتاب میں نہ صرف نظام تصوف کو بیان کیا ہے بلکہ تصوف کی تمام تر عملی صورتوں کو بھی بالصراحت پیش کیا ہے۔یہی سبب ہے کہ ان کی یہ تصنیف تصوّف اسلام کی چند ابتدائی اور نہایت وقیع کتابوں میں سے ایک شمار ہوتی ہے۔[13]

سید ہجویرؒ کے بلند روحانی اور علمی مقام کا ادراک کرنے کا ایک بڑا ذریعہ "کشف المحجوب" ہی ہے۔اس کے علاوہ ذرائع سے بڑی محدود حد تک صورتحال واضح ہوتی ہے۔آپ کی بلند پایہ شخصیت پر جس سطح کا تحقیقی کام ہونا چاہئے تھا یقیناً ابھی تک اس کا حق ادا نہیں ہو سکا ہے۔مختلف زبانوں میں کشف المحجوب تراجم کی حد تک تو کافی کچھ سامنے آتا ہے جس میں بعض کام انتہائی قدر کے حقدار ہیں لیکن شروحات کا میدان بہت تشنہ

ہے اور یقیناً اس حوالے سے بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے۔اس ضمن میں مولانا واحد بخش سیال صاحب کی شرح کشف المحجوب ایک اہم کاوش ہے۔آپ خود اس بات کا شدت سے احساس رکھتے ہیں کہ :

> حضرت اقدسؒ کی نامور کتاب "کشف المحجوب" کے ذریعے آپ کے بلند روحانی مقام کو دیکھنے کی بے شمار اصحاب قلم نے کوشش کی ہے۔جو کتاب مذکور کے لفظی تراجم سے آگے نہیں بڑھی۔ لیکن تحت اللفظ تراجم سے اس عظیم الشان کتاب کا حق ادا نہیں ہو سکا۔۔۔اور سچ پوچھیں تو تراجم سے حق ادا ہو بھی نہیں سکتا۔ہر چند اس کتاب کی شرح بزبان فارسی تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سوائے ملا عبد الغفور کے حواشی کے باقاعدہ شرح کا کہیں سراغ نہ ملا۔[14]

کتاب کی زبان سے متعلق لکھتے ہیں:

> اس کتاب میں حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے جو زبان استعمال فرمائی ہے، سعدیؒ اور حافظؒ کی قدیم فارسی زبان سے ہٹ کر ملک خراسان کی زبان ہے۔ جس کا محاورہ سمجھنے میں کافی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اس زمانے کے فن تحریر کے مطابق حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے کافیہ سنجی سے بھی کام لیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی عبارت بڑی حد تک منظوم نثر کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔اگرچہ فارسی دان طبقہ کیلئے یہ کتاب فصاحت و بلاغت کا بیش بہا مرقع ہے، آج کل کی کور ذوقی کے دور میں اس کا سمجھنا کچھ مشکل ہو گیا ہے۔[15]

ایک اندازے کے مطابق اردو زبان میں کشف المحجوب کے بیس(20) سے زائد تراجم منظر عام پر آچکے ہیں جن سے تعلیمات ہجویرؒ سے متعلق آگاہی تو حاصل کی جاسکتی ہے مگر ذوق مطالعہ کی تسکین ممکن نہیں ہے۔

## کشف المحجوب کی استنادی حیثیت

"کشف المحجوب" میدان تصوّف میں سید ہجویرؒ کا علمی شاہکار ہے جس سے شریعت و طریقت میں آپ کا اعلیٰ اور منفرد مقام ہر خاص و عام پر واضح ہوتا ہے۔اس کتاب کے مستند ہونے کے متعدد دلائل ہیں جن

کا بیان حسب ذیل ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ (م 725ھ) کے مطبوعہ ملفوظات بنام فوائد الفواد میں لکھاہے کہ :

> شیخ علی ہجویریؒ نے جب کشف المحجوب لکھی تو شروع کتاب میں اپنے نام کا ذکر کیا۔اس کے بعد دو تین جگہ اور (ذکر فرمایا)اور پھر اپنانام لکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں نے اس سے پہلے عربی اشعار کہے تھے۔اوران میں اپنانام کہیں نہیں لایا تھاایک جواں مردنے (یہ غضب ڈھایاکہ) وہ سارے اشعار اپنے نام کرلیے۔اور انتقال کے وقت بے ایمان گیا۔[16]

اسی طرح ایک گراں قدر رائے جو فوائد الفواد میں درج ہے کہ :

> جس شخص کا کوئی مرشد نہ ہو اسے اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے مرشد کامل مل جائے گا۔[17]

خواجہ محبوب الحسن اویسی کے فرزند اکمل اویسی نے اردو زبان میں سید ہجویرؒ کی سوانح عمری بڑی جانفشانی اور تحقیق کے بعد مرتب کی ہے۔ جس میں علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ کی ساری کتابوں کا ممکنہ مختصر تعارف جمع کردیاہے۔آپ "کشف المحجوب" کی استنادی حیثیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> کشف المحجوب کا سب سے مستند نسخہ وہ ہے جو روسی ماہر شرقیات اور مستشرق پروفیسر الفستین وسکی نے سالوں کی مسلسل کاوشوں اور محنت سے ترتیب دیا تھااور روسی زبان میں ایک مفصل دیباچہ تحریر کیا۔ اس کے علاوہ کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ جو انگلستان سے پروفیسر نکلسن نے گب میموریل سیریز میں انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے مخطوطات کی مدد سے 1911ء میں شائع کیا۔[18]

اس ضمن میں یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ بقول پیر کرم شاہ الازہری: ہر زمانہ کے اہل علم اور ارباب طریقت و حقیقت نے اس کتاب کی عظمت اور افادیت کا اعتراف کیاہے۔[19] حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ (م 898ھ) نے اپنی کتاب نفحات الانس میں "کشف المحجوب" کی روایات کو کتاب کانام لے کر ذکر کیا ہے۔آپ نے حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیاہے:

عالم و عارف بودہ و مرید شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی است و بصحبت بسیاری از مشائخ دیگر رسیدہ است و صاحب کتاب کشف المحجوب است کہ از کتب معتبرہ مشہورہ دریں فن است و لطائف و حقائق بسیار در آں کتاب جمع کردہ است۔[20]

آپ عالم بھی تھے اور رموز و حقائق کے عارف بھی تھے۔ شیخ ابو الفضل بن حسن ختلیؒ کے مرید تھے اور کثیر التعداد مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور کشف المحجوب کے مصنف ہیں اور یہ کتاب فن تصوف کی معتبر اور مشہور کتب میں سے ہے۔ آپ نے اس کتاب میں بے شمار لطائف و حقائق کو جمع کر دیا ہے۔

سفینۃ الاولیاء میں شہزادہ محمد دارالشکوہ (م1068ھ) نے سید علی ہجویریؒ کا تفصیلی ذکر کیا ہے، کشف المحجوب کی معرفت ان کا بیان بہت اہمیت کا حامل ہے لکھتے ہیں:

حضرت پیر علی ہجویریؒ تصانیف بسیار ست امّا کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچکس را بران سخن نیست و مرشدے است کامل۔ در کتب تصوف بہ خوبی آں در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ۔[21]

اسی بات کو بلند پایہ محقق اور گراں قدر تصنیف "خزینۃ الاصفیا" کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے یوں دہرایا ہے:

شیخ علی ہجویری را تصانیف بسیار است۔ اما کشف المحجوب از مشہور و معروف ترین کتب وے است و ہیچ کس را بروئے جائے سخن نے بلکہ پیش ازیں کتب تصوف، ہیچ کتابے بزبان فارسی تصنیف شدہ بود۔[22]

حضرت شیخ علی ہجویریؒ کی بہت سی تصانیف ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مشہور و معروف کتاب کشف المحجوب ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ اس پر کوئی اعتراض کر سکے یا تنقید کر سکے۔ علم تصوف میں یہ پہلی تصنیف ہے جو فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔

چناچہ مذکورہ سابقہ بحث کے تناظر میں محمد عبداللہ بھٹی صاحب کا یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ:

کسی معتبر تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ شہنشاہِ لاہور حضرت علی ہجویری کا خلیفہ اکبر کون تھا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں تصوّف کے عظیم بزرگ راہنما حضرت داتا گنج بخش کی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب ہی آپ کی خلیفہ اکبر ہے اور قیامت تک سلسلہ ہجویر جاری و ساری رہے گا۔ تصوّف پر لکھی جانے والی عربی زبان کی پہلی کتاب شیخ حارث المحاسبی کی کتاب الرعایہ ہے۔ فارسی میں یہ شرف کشف المحجوب کو حاصل ہے۔ تصوف کے ماخذ میں اِس کتاب کو سند کا درجہ حاصل ہے۔[23]

## کشف المحجوب کی عصری معنویت

وہ اہم پہلو جن کو تعلیمات سید ہجویرؒ کی عصری معنویت کے لئے بطور استدلال بیان کیا جا سکتا ہے ان میں آپ کی کتاب کشف المحجوب اور اس کے دائمی اہمیت رکھنے والے موضوعات سر فہرست ہیں۔ اس کتاب کے موضوعات پر سادہ سی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اثبات علم و فقر، تعارف تصوّف، آداب زندگی سے متعلق ابواب سے لے کر آداب سماع و رقص تک ہر باب کا بنیادی موضوع آج بھی ویسا ہی تازہ، زندہ اور اہم ہے جیسا اس وقت تھا جب انہیں قلمبند کیا گیا۔ میرے نزدیک کتاب کے موضوعات و مباحث کی دائمی حیثیت سید ہجویرؒ کی تدوین تصوّف کے حوالہ سے مجتہدانہ شان کی حامل ایک ایسی زندہ کرامت ہے جو ایک ہزار سال گزر جانے کے باوجود اپنی معنویت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ شریعت و طریقت کے رموز کی حامل یہ ساری مباحث انسان کو انہی اعلیٰ اخلاقیات سے انتہائی سادہ انداز میں روشناس کرواتی ہیں جن کو وہ ہر وقت اپنے باطن میں تلاش کرتا رہتا ہے اور جن کا اسے دوسروں سے مطالبہ بھی رہتا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری نے کشف المحجوب کی موجودہ دور میں معنویت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> کشف المحجوب کے زندہ و جاوید ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کا رجحان مادہ پرستی کی طرف ہے۔ اپنے اور بیگانے آج بھی اس کتاب کی تحقیق اور اس کی معیاری طباعت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں کوشاں ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم مستشرقین اس کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کر رہے ہیں۔ انگریز مستشرقین میں سے پروفیسر نکلسن جو کہ کیمبرج یونیورسٹی میں عربی اور فارسی کے پروفیسر تھے، نے اس کا ترجمہ

انگریزی زبان میں کیا ہے اور ترجمہ کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اسی طرح اشتراکی روس کے مستشرق پروفیسر زوکوفسکی نے اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے کشف المحجوب کے ایک قدیم نسخہ کی تصحیح کے لئے اپنی زندگی کے کئی قیمتی سال صرف کئے اور فارسی زبان میں ایک محققانہ مقدمہ لکھ کر اسے لینن گراڈ سے شائع کیا۔ وہ خطہ جو خدا کے وجود کا ہی منکر ہے، دین اور روحانیت کو لغو اور فضول سمجھتا ہے، اس کے ایک فاضل نے بھی اس کتاب کی تحقیق، تصحیح اور تشریح میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا اور ایک محققانہ مقدمہ کا اضافہ کر کے اس کتاب کی افادیت اور اہمیت کو خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہوا۔[24]

کشف المحجوب کے شارح کپتان واحد بخش سیال کے بقول:

آپؒ نے اپنی بے پناہ قوت حافظہ اور مسائلِ تصوف پر عبور کی بدولت ایسی مکمل اور جامع کتاب لکھی ہے کہ جس کی برابری فن ثقافت کے ایک ہزار سالہ دور ارتقاء کے بعد بھی کوئی کتاب نہیں کر سکی۔ حالانکہ فارسی زبان میں یہ تصوف پر سب سے پہلی کتاب ہے اور ماہرین فن کا قول ہے کہ پہلی کوشش کرنے والا ہمیشہ پر خار راستے سے گزر کر آنے والی نسلوں کے لئے راہ ہموار کرتا ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ حضرت مصنف کی یہ پہلی کتاب ایک ہزار سال کے فنی ارتقاء کے باوجود بھی اب تک آخری کتاب یا حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔[25]

اسی طرح شیخ محمد اکرام نے جہاں کشف المحجوب کو فارسی نثر کی پہلی مذہبی کتاب قرار دیا ہے، وہیں موجودہ دور میں اس کی قدر و منزلت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

فارسی نثر کی سب سے پہلی مذہبی کتاب جو برصغیر پاک وہند میں پایہ تکمیل کو پہنچی کشف المحجوب ہے اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے قبۃ الاسلام لاہور میں مکمل کیا کشف المحجوب اپنے موضوع اور مباحث کے اعتبار سے جس قدر بلند پایہ کتاب ہے وہ تعریف و توصیف سے مستغنی ہے۔ کشف المحجوب کی بدولت برصغیر پاک وہند

میں صحیح اسلامی تصوف نے فروغ پایااور اس وصف خاص کی بدولت آج بھی کشف المحجوب کی قدر و منزلت اتنی ہے جتنی آج سے نو سو برس پہلے تھی۔[26]

کشف المحجوب کے موضوعات و مندرجات کو بنظر غائر دیکھا جائے تو قاری کے لیے یہ آج بھی ویسے ہی تازہ، معنی خیز اور منطقی انداز سے مزین و مرتب ہیں جیسا کہ لکھتے وقت ان کی ضرورت کو محسوس کیا گیا تھا۔ موجودہ دور میں فارسی زبان سے عدم شناسائی کے باعث مختلف زبانوں میں اس کتاب کے ہونے والے بے پناہ تراجم و شروح ہزار سال بعد آج بھی جہاں اس کی طرف عمومی طلب و رجوع کا ثبوت ہیں وہیں یہ تراجم جدید دور میں سید ہجویرؒ کی تعلیمات سے استفادہ کو آسان بھی بنائے ہوئے ہیں۔

## رجال تصوف کی معرفت

کشف المحجوب کے موضوعات کا ایک بڑا حصہ پانچویں صدی ہجری کے ابتدائی دور تک کے اکابرین رجالِ تصوّف اور ان کے نظریات سے آگاہی پر مشتمل ہے۔ اس حصہ کی عصری معنویت کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ طریقت کے شناوروں اور اس بحر بے کراں کے غواصوں کے لیے رجالِ تصوف کی معرفت گنج ہائے گراں مایہ کی بازیافت کے مترادف ہے۔ چنانچہ "اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو کشف المحجوب کا وہ حصہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، اہل بیت اطہار، ائمہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، صوفیائے کرام، مشائخ متاخرین اور دیگر متاخرین پر مشتمل ہے، بڑا معلوماتی، جامع اور عقیدت بھرا ہے۔ اس طرح انہوں نے کئی صوفیاء کو زندۂ جاوید کر دیا ہے۔"[27] ان مشائخ عظام کی حکایات، احوال وواقعات اور رموز تصوّف کو واضح کرنے والے لطیف نکات آج بھی اپنے اندر سالکان طریقت کے لئے بے پناہ کشش رکھتے ہیں اور علوم تصوّف کی تدوین کے لئے بنیادی ماخذ کا کام دیتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ہجویریؒ نے اپنی مجتہدانہ بصیرت سے بڑے لطیف پیرائے میں صوفیاء کے مراتب، احوال اور سلاسل کا تعین فرمایا دیا ہے اور حسب موقع نقد و جرح کے ذریعہ میدان تصوف میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی اصلاح کا بھی فریضہ سرانجام دیا ہے۔

**اصلاحِ تصوف:** حضرت سید علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب میں ایک لطیف بات یہ کہی ہے کہ پہلے یعنی اسلام کے اولین دور میں تصوّف کی حقیقت موجود تھی لیکن اس کا کوئی نام نہیں تھا۔ اب اس کا نام تو ہے، حقیقت

موجود نہیں ہے۔[28] غور کیا جائے تو یہ بات انہوں نے آج سے تقریباً ایک ہزار برس پہلے کہی تھی۔اس سے ان کی مراد واضح طور پر یہی تھی کہ آج کل تصوف کا لفظ تو بہت سننے میں آتا ہے لیکن اعمال و کردار کی صورت میں اس کی معنویت کہیں نظر نہیں آتی ہے۔[29] سید ہجویرؒ کا زمانہ ہماری نسبت خیر القرون سے انتہائی قرب کا زمانہ تھا جس میں پیدا ہونے والے مختلف النوع نظریات صوفیاء کو حقیقی تصوّف کی تعلیمات سے دور کر رہے تھے۔آپ کے بقول:

> خداوند بزرگ و بلند نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا ہے جب لوگوں نے حرص و لالچ کا نام شریعت اور تکبّر و جاہ و ریاست کی طلب کا نام عزّت اور علم، ریائے خلق کا نام خوف الٰہی اور دل میں کینہ پوشیدہ رکھنے کا نام حِلم، لڑائی جھگڑے کا نام بحث مباحثہ، ہذیان طبع کا نام معرفت، نفسانی باتوں اور دل کی حرکتوں کا نام محبت۔ خدا کے رستے سے منحرف اور بے دین ہونے کا نام فقر۔ حق تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نام فنا فی اللہ اور ترک شریعت کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔[30]

آپؒ نے برملا نام نہاد صوفیاء کی حقیقت کو آشکار کیا اور سالکان طریقت کو نفسانی خطرات سے خبردار کیا۔عالم کفر میں حق کا ایسا پرچار کیا کہ نہ صرف انسانیت کفر و جہالت سے باہر نکل آئی بلکہ سالکان حق گو آپ کی نسبت و توجہ سے معرفت کے اعلیٰ مراتب پر بھی فائز ہو گئے۔سید ہجویرؒ کے مذکورہ بالا آشکار کردہ نفسا نفسی کے فتنے ماضی کی طرح جدید دور میں مزید بڑے پیمانے پر دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں اور بنی نوع انسانیت کے مابین رواداری کے خاتمہ کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ان فتنوں کے سد باب کے لیے سید ہجویرؒ کی تعلیمات کو اجاگر کرنا اور حقیقی اخلاقی قدروں سے دنیا کو آگاہ کرنا فتنوں میں مبتلا اقوام کے لئے امن کے قیام کی طرف ایک اہم اقدام ہو سکتا ہے۔

## سید ہجویرؒ، لاہور اور مزار مبارک

حضرت سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات کی معنویت کا دوسرا اہم پہلو آپ کی بے پناہ روحانی قوت و کشش ہے جس کا مرکز لاہور میں آپ کا مزار مبارک ہے جہاں سے روحانیت کے پیاسے آج تک اپنی پیاس مسلسل بجھاتے آرہے ہیں۔آپ لاہور کب تشریف لائے؟اس بارے میں مشہور قدیم روایات حضرت نظام الدین

اولیاء سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی ہجویریؒ اور شیخ حسین زنجانیؒ لاہوری دونوں پیر بھائی ہیں۔ شیخ حسین زنجانی پہلے سے لاہور میں مقیم تھے۔ ایک دن حضرت ہجویرؒ کے مرشد نے آپ کو حکم دیا کہ لاہور جاؤ۔ چنانچہ آپ لاہور روانہ ہو گئے۔ جس دن لاہور پہنچے رات ہو گئی تھی شہر کے دروازے بند ہو گئے تھے لہٰذا باہر رات گزاری۔ صبح اٹھے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے شہر سے باہر آ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہا کہ یہ جنازہ شیخ حسین زنجانیؒ کا ہے۔ آپ کو اس وقت اپنے مرشد کے حکم کی حکمت سمجھ میں آئی۔ [31]
محقق رائے کے مطابق آپ کی لاہور آمد 431 ہجری میں ہوئی۔ اس وقت سلطان مسعود غزنوی بن محمود غزنوی کا دور حکومت تھا۔ داراشکوہ نے آپ کی لاہور آمد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گو ان دنوں لاہور علمائے باطل اور شر کے محققین کا مرکز تھا اور اس کی شہرت حضرت علی ہجویریؒ نے بھی سن رکھی تھی، لیکن آپ کی رہبری سے ہزاروں جاہل عالم بن گئے۔ متعدد کافروں نے اسلام قبول کر لیا۔ [32]

لاہور میں آپ کا مزار جو کہ معرفت الٰہی کے متلاشیوں کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے احوال کا جاننا تعلیمات سید ہجویرؒ کی عصری معنویت کے تناظر میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے چلہ کشی اختیار کی اور نور باطن کی دولت سے فیض یاب ہوئے اور اس زبان زد عام شعر کے حامل ہوئے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا  ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اگر یوں کہا جائے کہ تعلیمات سید ہجویر کی دائمی معنویت کو خلاصۃً اس شعر میں سہل ممتنع کی صنعت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے تو کسی صورت غلط نہ ہو گا۔ اسی طرح بہت سی روایات میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ اور مجدد الف ثانیؒ اور بہت سے دوسرے جلیل القدر علماء وصوفیاء کی آپ کے مزار مبارک پر حاضری اور فیض یابی کا ذکر ملتا ہے۔ کپتان واحد بخش سیال چشتی صاحب لکھتے ہیں:

> آپ کا لقب داتا گنج بخشؒ ہے جس کا مطلب ہے روحانیت کے خزانے عطا کرنے والا اور یہ لقب بالکل صحیح ثابت ہوا ہے کیونکہ گذشتہ ایک ہزار برس سے آپ کے مزار مقدس پر روحانیت کے پیاسوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا ہے اور ہر جمعرات، جمعہ اور عرس کے ایام میں تو خانقاہ معلیٰ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ دور دور سے علماء، مشائخ،

ادیب ، دانشور اور عوام و خواص کھچے چلے آتے ہیں اور والہانہ طور پر مزار مقدس کی زیارت اور روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔[33]

چونکہ آپؒ کی حیثیت برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ دین اور دعوت وارشاد اور راہ سلوک سے متعارف کروانے کے باب میں مقدمۃ الجیش کی ہے اس لئے آپ کے مزار کی نسبت لاہور کو مرکزالاولیاء کا درجہ حاصل ہے۔ یہ آپؒ سے فیض رسانی ہی کا اثر ہے کہ آج بھی لاہور کی شناخت پورے عالم اسلام میں داتا کی نگری کے طور پر ہوتی ہے۔

## حوالہ جات


1۔ محمد اکرام، شیخ، **آب کوثر**، ص78، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1984ء؛ **محمد علی چراغ**، ترجمہ کشف المحجوب، تعارف، ص 15، نذیر سنز پبلشرز لاہور 1998ء۔

2۔ ایضاً

3۔ شہید اللہ، دیباچہ، **کشف المحجوب**، مکتبہ المعارف لاہور۔

4۔ کرم شاہ الازہری، مقدمہ، **کشف المحجوب**، مترجم فضل الدین گوہر، ص38، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2010ء۔

5۔ سید علی ہجویری، **کشف المحجوب**، ترجمہ، محمد علی چراغ، ص27 ، نذیر سنز پبلشرز لاہور 1998۔

6۔ اکمل اویسی، پیرزادہ، **سوانح عمری حضرت داتا گنج بخشؒ**، ص53، ادارہ الاویس، لاہور 1998ء۔

7۔ کپتان واحد بخش سیال، **شرح کشف المحجوب** (اردو)، ص259، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور 1999۔

8۔ ایضاً، ص669۔

9۔ ایضاً۔

10۔ سید علی ہجویری، **کشف المحجوب**، ترجمہ، محمد علی چراغ، ص27 ، نذیر سنز پبلشرز لاہور 1998۔

11۔ اکمل اویسی، پیرزادہ، **سوانح عمری حضرت داتا گنج بخشؒ**، ص54، ادارہ الاویس، لاہور 1998ء۔

12۔ محمد علی چراغ، **ترجمہ کشف المحجوب**، تعارف، ص19، نذیر سنز پبلشرز لاہور 1998۔

13۔ ایضاً، ص20۔

14۔کپتان واحد بخش سیال، **شرح کشف المحجوب**(اردو)،ص 25 – 26،الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور1999۔
15۔ایضاً،ص 31۔
16۔نظام الدین اولیاء، محبوب سبحانی، **ملفوظات بنام فوائد الفواد**، جمع کردہ خواجہ امیر حسن دہلوی، ترجمہ خواجہ حسن ثانی دہلوی، جلد دوم، پانچویں مجلس، ص196، مکتبہ زاویہ لاہور۔
17۔نظام الدین اولیاء، محبوب سبحانی، **ملفوظات بنام فوائد الفواد**، بحوالہ کرم شاہ الازہری، مقدمہ، کشف المحجوب، مترجم فضل الدین گوہر، ص40،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2010۔
18۔اکمل اویسی پیرزادہ، **سوانح عمری حضرت داتا گنج بخشؒ**، ص50، ادارہ الاویس، لاہور 1998ء۔
19۔کرم شاہ الازہری، مقدمہ، **کشف المحجوب**، مترجم فضل الدین گوہر، ص39، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2010ء۔
20۔جامی، عبدالرحمٰن بن احمد، مولانا، **نفحات الانس مع سلسلۃ الذہب**، ص202، مطبع منشی نول کشور س ن؛ ترجمہ نفحات الانس، سید احمد علی، ص347، **ملک فضل الدین** کے زئی تاجران کتب قومی لاہور۔
21 ۔ محمد دارا شکوہ ، **سفینۃ الاولیاء** ، ص 282، مطبع مدرسہ اگرہ 1853ء؛
www.rekhta.org/ebooks/bisafiyat-ul-auliya-sultan-mohammad-dara-shikwah-ebooks?lang=ur
22۔مفتی غلام سرور، **خزینۃ الاصفیاء**، جلد دوم، ص 232، مطبع منشی نول کشور۔
www.rekhta.org/ebooks/khazeenat-ul-asfiya-volume-002-mufti-ghulam-sarwar-lahori-ebooks-1?lang=ur

23۔محمد عبداللہ، بھٹی، **مرشد کامل کشف المحجوب**، کالم بزم درویش، 21نومبر 2016۔
http://pindipost.pk/editorial/10752-2016-11-21-09-04-04.html
24۔پیر کرم شاہ، الازہری، مقدمہ، **کشف المحجوب**، مترجم فضل الدین گوہر، ص40، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2010ء
25۔کپتان واحد بخش سیال، **شرح کشف المحجوب**(اردو)، ص31، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور 1999۔
26۔محمد اکرام، شیخ، تاریخ ملی، کشف المحجوب https://ur.wikipedia.org/wiki/کشف-المحجوب
27۔محمد علی چراغ، **ترجمہ کشف المحجوب**، تعارف، ص20، نذیر سنز پبلشرز لاہور 1998۔

28۔ایضاً،ص52۔

29۔اسلم انصاری،ڈاکٹر، **تصوف کی اخلاقی وسماجی معنویت**،http://daanish.pk/8527،7جولائی2017۔

30 ۔سید علی ہجویری، **کشف المحجوب**،ترجمہ محمد علی چراغ،ص32،نذیر سنز پبلشرز لاہور1998۔

31۔نظام الدین اولیاء، محبوب سبحانی، **ملفوظات بنام فوائد الفواد**، جمع کردہ خواجہ امیر حسن دہلوی، ترجمہ خواجہ حسن ثانی دہلوی، ص۵۷،مکتبہ زاویہ لاہور1996 ء

32۔محمد دارا شکوہ،**سفینۃ الاولیاء**،ص164۔

33۔کپتان واحد بخش سیال،**شرح کشف المحجوب**(اردو)،ص26،الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور1999۔